تھامس کارلائل کی استشراق کے لیے خدمات: ایک تعارفی جائزہ

Contributions Of Thomas Corlyel towards Orientalism : An Introductory Study

ڈاکٹر محمد نعیم[i] ثناء اللہ[ii]

Abstract

There is a great role of orientalists in the history of Islam .It has both the result of affirmation and negaton, so it is very necessary to find out those goals and reasons, which inclind them towards this movement .In addition, to know about the struggles of these orientalists is inevitable. As with their efforts this movement touched the heights.Thomas corlyel is one of the orientalists.In this study, the life history and services of Thomas Carlyel have been discussed .This study is beneficial for all students, teachers and resear

***Keywords**:Orientalism,reasons,struggles,movements*

صلیبی اپنے حملوں میں جب شکست خوردہ ہوگئے، تو انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو فکری محاذ پر آڑے ہاتھوں لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کو فکری اور ثقافتی لحاظ سے مفلوج کرنے کے لیے مسلمانوں کے دین کو پڑھنا شروع کر دیا، اور یہیں سے تحریک استشراق شروع ہوگئی۔ انھوں نے نصوص میں تحریف کی، اور کبھی انہی نصوص سے اپنے خواشات کے مطابق مطلب نکالنے شروع کر دیے، یا پھر مسلمانوں کے مصادر اصلیہ کو تختہ مشق بنایا، چنانچہ تاریخ حدیث سے متعلق مسئلہ کو ادبی کتب سے اور فقہ سے متعلق مسئلہ کو تاریخ کی کتابوں سے، جبکہ تفسیر سے متعلق مسئلہ کو لغت کی کتابوں سے نقل کرنے لگے۔ لہٰذا دمیری نقل کردہ حدیث کو صحیح اور امام مالک کے نقل کردہ حدیث کو موضوع قرار دینے لگے۔

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

اسی تناظر میں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق تمام علوم کو پڑھنا شروع کر دیا۔ حکومتوں کی طرف سے حوصلہ افزائی، مصادر کی وافر مقدار، اور مکمل فراغت نے انہیں اس قابل بنادیا کہ وہ اپنے بحوث کو علمی رنگ دے سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی ثقافت میں رنگے ہوئے مسلمانوں کے لیے ان کی کتب اور بحوث مرجع کی حیثیت اختیار کرنے لگیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمان انہیں توجہ نہ دیتے تو یہ اپنے مقصد میں اس قدر کامیاب نہ ہوتے، چنانچہ (احمد امین) کی کتاب (فجر الاسلام) میں مسلمانوں میں سے منہج استشراق کے تلامذہ کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔[1]

مستشرقین کا امت اسلامیہ کی حیاۃ میں بہت بڑا کردار ہے، جسکے ایجابی اور سلبی دونوں قسم کے نتائج ہیں۔ لہذا ان اسباب اور اہداف کو جاننا جسکی وجہ وہ اس تحریک کی طرف مائل ہو گئے از حد ضروری ہے۔ اور اسی وجہ سے مستشرقین کے حالات اور کوششوں کو جاننا جن کی وجہ سے انھوں نے اس تحریک کو بام عروج تک پہنچایا، بھی ناگزیر ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی "تھامس کارلائل" ہے۔ اس مضمون میں اس کے حالات زندگی اور خدمات پر مختصر تبصرہ ہے۔

زیر نظر مضمون ایک مقدمہ اور دو بحثوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں استشراق کی تعریف، مستشرقین کی اقسام، استشراق کے مقاصد اور مستشرقین کے اثر رسوخ کے مقامات کا تذکرہ ہے۔

بحث اول میں موصوف کے حالات زندگی اور خدمات کا تذکرہ ہے۔ جبکہ بحث ثانی میں موصوف کی کتاب "Heroes and Hero worship" البطولۃو عبادۃ الابطال[2] پر مختصر تبصرہ ہے۔

مقدمہ

استشراق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) دونوں اصطلاحیں ہیں، یہ اصطلاحیں لفظی لحاظ سے بہت پرانی نہیں ہیں، انگریزی زبان وادب میں ان کا استعمال اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں اٹھارویں صدی کے آواخر میں شروع ہوا۔ تحریک استشراق صدیوں مصروف عمل رہی، لیکن اس کا کوئی باضابطہ نام نہ تھا۔ اربری کہتا ہے کہ مستشرق کا لفظ پہلی

بار1630ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا۔ انگلستان میں 1779ء کے لگ بھگ اور فرانس میں 1799ء کے قریب مستشرق کی اصطلاح رائج ہوئی اور پھر جلد ہی اس نے رواج پایا۔ سب سے پہلے 1838ء میں فرانس سے شائع ہونے والی لغت میں استشراق کی اصطلاح درج کی[3]۔

استشراق کیا ہے، مستشرقین کی اقسام ،استشراق کے مقاصد واہداف اور ان کے اثر رسوخ کے مقامات جیسے اہم مسائل مقدمہ میں زیر بحث لائے جائینگے۔

(1) استشراق کا تعارف

استشراق کی لغوی تعریف

ش، رااور قاف روشنی اور کھولنے پر دلالت کرتا ہے[4]، طلوع آفتاب کو شروق الشمس کہا جاتا ہے[5]،اسی طرح ذوالحجہ کے دنوں کوایام التشریق کہا جاتا ہے کیونکہ قربانی کے جانور سورج نکلنے کے بعد ذبح کیے جاتے ہیں[6]۔ طلوع آفتاب کی جگہ کو مشرق اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے[7]۔

استشراق کی اصطلاحی تعریف

غیر مشرقی لوگوں کا لسانیات مشرق، تہذیب، فلسفے،ادب اور مذہبی علوم میں مہارت کے لیے جدوجہد کا نام استشراق ہے[8]۔

ایک تعریف یہ بھی ہے کہ مغربی اہل کتاب اور مسیحی مغرب کی اسلام مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے زعم کی بنیاد پر مسلمانوں پر اہل مغرب کا تسلط قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنے کی غرض سے مسلمانوں کے عقیدہ، شریعت، ثقافت، تاریخ، نظام اور وسائل وامکانات کا جو مطالعہ غیر جانبدارنہ تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں،اسے استشراق کہا جاتا ہے[9]۔

اس تعریف میں بظاہر یہ خامی نظر آتی ہے کہ اس میں سارا زور مستشرقین کو اسلام و مسلمانوں پر کام کرنے والوں کو کہا گیا ہے جو کہ ٹھیک نہیں، کیونکہ ہر وہ غیر مشرقی شخص جو مشرقی علوم،ادیان اور تہذیبوں پر کام کرتا ہے وہ بھی معروف معنوں میں مستشرق ہے۔

مستشرقین کی اصطلاح میں لفظ مشرق کا جغرافیائی مفہوم مراد نہیں، بلکہ ان کے ہاں اس اصطلاح استشراق و مستشرق میں زمین کے وہ خطے ہیں، جس پر اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ گویا لفظ مشرق سے مراد اسلامی ممالک ہیں، اور دنیائے اسلام کو وہ مشرق کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

مشرق کے اس مفہوم کے تحت مستشرقین کی عملی جدوجہد جن خفیہ مقاصد کی غمازی کرتی ہے اور جن کا اظہار کبھی کبھی بعض مستشرقین کی طرف سے ہوتا رہتا ہے، ان کو اور مستشرقین کے بے شمار علمی کارناموں اور ان کے مختلف طبقات کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مستشرقین کی یوں تعریف کی جاسکتی ہے: اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاری بالخصوص، جو مشرق اقوام خصوصا" ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیبوں، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور تہذیب مسلط کر سکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل کا استحصال کر سکیں، ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ منسلک ہیں، وہ تحریک استشراق کہلاتی ہے۔

(2) مستشرقین کی اقسام

معتدل مزاج مستشرقین، متعصب مستشرقین اور پیشہ ور مستشرقین

مستشرقین کا رویہ ہر زمانے میں یکساں نہیں رہا۔ اس لیے ان کے ہاں علم، تجربہ، انداز استدلال، مذہبی حیثیت اور وابستگی وانسلاک کے مختلف نمونے نظر آتے ہیں، اور اسی لحاظ سے ان کے فکر و فن اور تحقیق و تالیف کا معیار بھی جدا جدا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ مستشرقین نے کئی مفید کام بھی کیے ہیں، جس پر ان کی تعریف کی جانے چاہیے۔

دوسری طرف مستشرقین میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بنی نوع انسان کے لیے فکری بے اعتدالی، نظریاتی بے راہروی اور تہذیبوں کی تباہی کا باعث بنے ہیں یہ لوگ قابل مذمت ہیں، مستشرقین کے کام کی نوعیت و حیثیت جاننے کے لیے ان کو کئی اقسام اور طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

أ. معتدل مزاج مستشرقین

یہ مستشرقین کا وہ گروہ ہے، جو مسلمان نہ تھے اس لیے ان کا آبائی ادیان کے زیر اثر ہونا فطری بات تھی، اس لیے ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی، کہ وہ اسلام کو بالکل اسی نظر سے دیکھیں جس سے مسلمان دیکھتے ہیں۔ اس طبقے کی تحریروں میں بے شمار غلطیوں تو ہیں، لیکن ساتھ ساتھ یہ اسلام، محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اسلامی تعلیمات کو زبردست خراج تحسین بھی پیش کرتے ہیں۔ ان میں چند مستشرقین یہ ہیں: کاسن دی پرسیول، رچرڈ سائمن، گاڈ فرلے ہگنز، یوہان جے ریسکے، مائیکل ایچ ہارٹ، نیان، ول ڈیورنٹ، کانسٹنٹ اور تھامس کارلائل۔

ب. متعصب مستشرقین

اس طبقے میں ان مستشرقین کو رکھا جاتا ہے جن کا مقصد بے لاگ اور غیر جانبدارانہ علمی تحقیق کے لبادے میں اسلام کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنا ہیں۔ اس طبقے میں مزید تقسیم کی جا سکتی ہے کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کے انداز مین تبدیلی آتی رہی ہے۔ ان میں چند مشہور افراد یہ ہیں۔ کیمون، جین برڈ، ہمفرس پرائی ڈیکس، سرولیم میور، جارج سیل اور گولڈ زیہر۔

ت. پیشہ ور مستشرقین

وہ مستشرقین جن کو جامعات، تحقیقی اداروں، مجلات، اخبارات، ٹیلی ویژن وغیرہ میں "اس کام" کے لیے بھرتی کیا جاتا ہے۔ ان کا کام اکثر سیاسی و مذہبی تعصب پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی مثال برطانوی ہند میں انگریز عہدہ داروں کا کام ہے اسی طرح اکیسویں صدی مین اسلاموفوبیا پیدا کرنے میں بھی ایسے لوگ شامل ہیں۔

(3) مستشرقین کے اہداف و مقاصد

مستشرقین کے مختلف مقاصد تھے، مثلاً:

(ا) دینی اہداف و مقاصد

تحریک استشراق اسلام کے راستے میں بند باندھنے کی کوششوں کا ہی حصہ ہے، استشراق کے پروان چڑھنے میں درپردہ دینی مقصد ہی کارفرما تھا۔ استشراق کے اس طویل سفر میں مندرجہ ذیل امور اس کے ساتھ تھے:

- نبی کریم ﷺ کی رسالت کے صحیح ہونے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، نیز یہ باور کرانا کہ احادیث نبویہ کو مسلمانوں نے قرون ثلاثہ میں ایجاد کیا ہے۔
- قرآن کریم کے صحیح ہونے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، نیز قرآن کریم میں طعن و تشنیع کرنا۔
- اسلامی فقہ کی وقعت کو کم کرنا اور اسے رومن فقہ باور کرانا۔
- عربی زبان کو ختم کرنا، نیز یہ باور کرانا کہ عربی زبان زمانے کی ترقی کا ساتھ نہیں دے سکتی ہے۔
- اسلام کی اصل یہودیت اور نصرانیت کو قرار دینا۔
- تبلیغ کرنا اور مسلمانوں کو عیسائی بنانا۔
- اپنے افکار و نظریات کی تقویت کے لیے موضوع احادیث کا سہارا لینا۔
- اسلام کی حقانیت اور اسلام کے ساتھ اہل اسلام کی جذباتی لگاؤ کو کم کرنے کے لئے مناسب دلائل تلاش کرنا۔
- اقوام عالم میں اسلامی پھیلاو کو روکا جائے۔
- مشنری سرگرمیوں کو منظم اور مربوط کیا جائے۔

(ب) تحقیقی اور علمی اہداف و مقاصد

مستشرقین کے تمام علمی اور تحقیقی کاموں کے پیچھے علم کی خدمت کا جذبہ کارفرما نہیں ہوتا، بلکہ علم کی خدمت کی آڑ میں اسلام سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اصول تمام مستشرقین پر لاگو نہین ہوتے۔ ان میں ایسے لوک بھی موجود ہیں، جن کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے، کہ انہوں نے صرف علم کے حصول اور علم کی خدمت کے جذبے سے اپنی زندگیاں تحقیق کے خارزار وادی میں گزار دیں۔ اسلامی موضوعات پر ان کے علم سے ایسی باتیں نکلی ہیں جن میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق منصفانہ رویہ اختیار کیا گیا۔ گو ان کی تحریروں مین بہت سی غلط باتیں بھی ہیں، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک آدمی مسلمان نہ ہو اور اس کے پیش نظر کتابوں کا وہ ذخیرہ ہو، جو اسلام کے متعلق زہریلے پروپیگنڈے سے پر ہو، تو اس آدمی سے اس قسم کی غلطیوں کا صادر ہونا عجیب نہیں۔

(ج) مالی اور اقتصادی اہداف و مقاصد

علمی اور دینی مقاصد کے ساتھ ساتھ تجارتی اور مالی مقاصد بھی مستشرقین کے پیش نظر تھے۔ جن کی وجہ سے وہ مشرقی زبانوں اور مشرق کے دیگر حالات کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

اہل مغرب خصوصا اٹلی کے لوگوں کے مشرقی ممالک کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ اہل مشرق کے ساتھ اپنے تجارتی معاملات کو اچھے طریقے سے طے کرنے کے لئے انہوں نے عربی زبان کی تعلیم کو ضروری سمجھا۔ ان کوششون کا نتیجہ یہ تھا کہ 1265ء میں تونس اور اٹلی کے شہر بیرا کے تاجروں کے درمیان جو تجارتی معاہدہ ہوا اسے عربی زبان میں لکھا گیا۔

(د) سیاسی اہداف و مقاصد

مستشرقین کا ایک ہدف یہ بھی تھا، کہ مسلمانوں میں بھائی بندی کی فضا کو ختم کر کے ان میں تفرقہ ڈال کر ان پر غلبہ حاصل کیا جاے۔ اور ہمیشہ سے استعماری قوتیں اپنے وظیفہ خوروں کو نوآبادیاتی ممالک میں ان کی زبان، آداب اور ادیان کی تحقیق پر مامور کرتے تھے کہ یہ معلوم کر سکیں کہ ان ممالک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر وہاں کس طرح حکومت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ "لورانس بروان" نے اپنے استشراقی جذبات کا اظہار اس طرح کیا:

> "حقیقی خطرہ اسلامی نظام، اس کے پھیلنے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی صلاحیت اور اس کی قوت حیات میں ہے۔ مغربی استعمار کے راستے میں یہی واحد دیوار ہے[10]۔"

(4) پھیلاؤ اور اثر و رسوخ کے مقامات

- مغرب ہی وہ مناسب سرزمین ہے جس پر مستشرقین سرگرم رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین زیادہ تر جرمنی، برطانیہ، فرانس، ہالینڈ اور ہنگری کے باشندے ہیں۔ بعض مستشرقین اٹلی اور اسپین میں بھی نمودار ہوئے۔
- حقیقت یہ ہے کہ استشراق کا سورج امریکہ میں زیادہ چمکا، چنانچہ امریکہ میں استشراق کے بہت سے مراکز ہیں۔

- مغربی حکومتوں، کمپنیوں، کمیٹیوں، اداروں اور کلیساؤں نے استشراقی تحریک کی امداد و تائید کرنے اور یونیورسٹیوں میں انہیں کھلا چھوڑنے میں بالکل بُخل سے کام نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔
- دراصل استشراقی تحریک، استعمار و نصرانیت کی خدمت کے لیے مسخر تھی اور آخر میں یہودیت اور صیہونیت کی بھی خادمہ بن گئی۔ ان تمام قوتوں کا ہدف مشرقِ اسلامی کو کمزور کر کے براہ راست یا بالواسطہ اس پر تسلط جمانا ہے۔

بحث اول

مشہور معتدل مزاج مستشرق "تھامس کارلائل" اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے تھے۔ آپ بیک وقت مصنف، مضمون نگار، مؤرخ، ریاضی دان، طنز نگار، اور استاذ تھے۔ 4 دسمبر 1775ء کو پیدا ہونے والے یہ مشہور فلسفی مستشرق اپنے وقت کے سب سے زیادہ اہم سماجی مفسرین میں سے تھے۔

تھامس کارلائل اپنی زندگی کی ابتداء میں پادری اور راہب بننا چاہتے تھے۔ بعد میں اس خیال کو اگرچہ ترک کر دیا، لیکن پھر بھی اسنے ساری عمر ایک مذہبی واعظ کی طرح گزاری، ایک صاحب طرز واعظ ہونے کے ناطے اُس کا نظریہ تھا، کہ کام ہمیشہ انسان کو پہنچنے والی مصیبتوں اور بیماریوں کا علاج ہے۔ اس کا یہ بھی نظریہ تھا، کہ تاریخ عالم دنیا کے بڑے لوگوں کی سیرت ہی کا نام ہے۔

تھامس کے والد غریب تھے، لیکن باپ کی غربت تھامس کے علم حاصل کرنے میں روکاٹ نہیں بنی، قابلیت ابتداء سے عیاں تھی، چنانچہ جب پندرہ سال کے ہوگئے، تو یونیورسٹی آف ایڈنبرا میں داخلہ لے لیا۔ وہاں گریجویٹ کرنے کے بعد ریاضیات کے استاذ مقرر ہوگئے۔ 1819ء میں کارلائل دوبارہ جامعہ ایڈنبر میں قانون پڑھنے کے لئے آگیے، قانون پڑھنے کے بعد کارلائل کو ادبی ذوق لگ گیا، لہذا اپنی ادبی زندگی شروع کرنے کے لئے جرمن سوچ کا مطالعہ کرنے لگے، اپنے ادبی شوق کو مزید تقویت دینے کے لئے، 1823ء میں "لندن میگزین" میں جرمن شاعر

"chelor" کے بارے میں مضامین کا ایک سلسلہ شروع کردیا۔ مزید ترقی کیلئے اگلے سال نیلسن، montesguie اور "Montaigne " کی سوانح عمری لکھنے لگا۔

1826ء میں "جین ویلچ" سے شادی کرنے کے بعد چھ سال تک کارلائل نے اخلاقی فلسفہ کا گہرا مطالعہ کیا، اور resatus" نامی کتاب میں اپنے خیالات پیش کیے، اس کتاب میں کارلائل کے خیالات ایسے تدریجی انداز میں مذکور ہیں، کہ گویا یہ اُس کی سوانح عمری ہے۔

1834ء میں کارلائل نے چیلسی کے پڑوس میں رہنے کا ارادہ کیا، تو اپنی بیوی کے ساتھ وہاں رہنے کے لئے منتقل ہوگئے۔ اور یوں کارلائل لندن کے اس محلے میں رہنے لگے۔ جہاں فنکار رہتے تھے۔ موصوف نے اپنی "86" سالہ لمبی عمر کے بقیہ ایام وہاں گزارے[11]۔

کارلائل صاحب طرز مصنف بھی تھے۔ انقلاب فرانس کی تاریخ پر کتاب لکھی۔ جسکا عربی ترجمہ "تاریخ الثورۃ الفرنسیہ" ہے۔ 1837ء میں جب یہ کتاب منظر عام پر آگئی، تو اس نے کارلائل کو تاریخ میں روشن ستارہ بنادیا۔ اس کتاب سے فارغ ہونے کے بعد 1837ء سے 1841ء تک مختلف لیکچر زدیئے۔ ان تمام محاضرات کو" الادب الالمانی" کا نام دیا گیا۔

ان محاضرات میں سے اہم کو کارلائل نے On Heroes And Hero Worship And The Heroic In History" نامی کتاب میں جمع کر رہے۔ جسکا عربی ترجمہ " البطولۃ وعبارۃ الابطال" کے نام سے منظر عام پر آگیا۔ اس کتاب نے کارلائل کو معتدل اور منصف مزاج مستشرقین کے صف میں کھڑا کردیا۔ اس کتاب میں کیا ہے اس پر آئندہ سطور میں تبصرہ ہوگا۔

1843ء میں سیاسی مشکلات اور موضوعات پر بحث کرنے کے لئے ایک کتاب لکھی۔ جو "الماضی والحاضر" کے نام سے عربی میں موجود ہے۔ اس کتاب میں کارلائل نے عوامی حقوق اور انہیں حاصل کرنے کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور ساتھ ساتھ کارلائل نے ایک مضبوط اور عقل مند حکمران طبقے کی ضرورت پر زور دیا۔

اسی سال یونیورسٹی آف ایڈنبرا کے سر کے لقب سے نوازے گئے۔ اس وسیع کامیابی اور شہرت کے بعد کارلائل 1866 ءمیں آرام کی غرض سے گوشہ نشین ہوگئے۔ تب اس کی عمر 70 سال تھی، اور بیوی بھی وفات پا گئی تھی۔

مختلف میدانوں میں قلمی گھوڑے دوڑانے کے بعد 1874ء میں ملکہ وکٹوریہ کارلائل کو "lord" کا لقب دینے لگی، تو کارلائل نے بڑی شائستگی سے اس اعزاز کو قبول کرنے سے معذرت کرلی، اور ملکہ کے وزیراعظم پر یہ بات واضح کردی کہ یہ لقب میری صلاحیت میں اضافہ نہیں کرسکتی۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگے "کہ بڑے القاب اچھے نہیں لگتے "اس لئے کہ 80 سال عمر کے بعد قابل اعتبار چیزوں کی مجھے ضرورت نہیں۔ کوئی نہیں جانتا، کہ کارلائل نے جب روسی وزیراعظم سے "آرڈر آف میرٹ "کا لقب لیا، تو ملکہ کے لقب کو کیوں ٹکرایا[12]، [13]۔

بحث ثانی

اس زمانے میں جب اسلام اور محمد ﷺ پر ہر طرف سے حملے ہورہے تھے۔ کارلائل نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں وہ حقیقت بیان کی جس کے صرف سننے کا بھی مستشرقین میں تاب نہیں تھا۔

تھامس کارلائل نے اپنی کتاب "heroes and hero worship " میں ان شخصیات پر تبصرہ کیا ہے، جنہوں نے زندگی کے کسی شعبے میں متاثر کن کردار ادا کیا ہو۔ جس شخص نے جس میدان میں کمال کا مظاہرہ کیا ہو، کارلائل نے اُس شخص کو اس میدان کا "ہیرو" قرار دیا ہے۔ چنانچہ کارلائل نے نبوت کے میدان کا مرد کامل حضرت محمد ﷺ کو قرار دیا ہے۔ اور عنوان یوں رکھا:

> "Hero as a Prophet" اور عربی میں اس کتاب کے ترجمے میں مذکورہ عنوان یُوں ہے "البطل نبیا محمد ﷺ" اس کتاب میں کارلائل نے ہر میدان میں دو یا زیادہ شخصوں کو ہیرو قرار دیا ہے، لیکن دو میدان ایسے ہیں، جہاں کارلائل کو ایک ایک شخص کے علاوہ کو قابل ذکر شخصیت نہ مل سکی، چنانچہ عربی مترجم نے دین اور الٰہ کے میدان میں عنوان یوُں لگایا ہے "البطل الھاً اسطوریاً" اور نبوت کے میدان میں اسکا عنوان یوُں ہے " البطل نبیاً محمد ﷺ۔ "

لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسطوری ایک افسانوی اور خیالی شخصیت تھے۔ لہٰذا ایک میدان میں "بطولہ" کا سہرا جس ایک شخصیت کے سر کارلائل نے باندھا ہے، وہ حضرت محمد ﷺ ہے۔ گویا محمد ﷺ بطل الابطال ہو گئے۔

اس کتاب کے مضامین میں سے رسول اکرم ﷺ پر لکھے گیے مضمون کو الگ کتاب میں چھاپا گیا ہے، اور اس کا نام ہے: محمد المثل الاعلی۔ اس کتاب میں کارلائل نے سیرت کے بارے میں وہ حقائق بیان کیے ہے، کہ مغرب آج تک اس سے بے خبر ہے۔

ایک جگہ حقیقت بیان کرتے ہوئے کارلائل یوں رقم طراز ہے: سب سے بڑی شرم کی بات یہ ہے، کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی اس بات کی طرف دھیان دے دیں، کہ محمد ﷺ (العیاذ باللہ) دھوکہ باز اور جھوٹے تھے۔ اور اب ہمیں چاہیے کہ اس قسم کے اقوال کو رد کر دیں، اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ کا دین بارہ صدیوں سے دو ارب انسانوں کیلئے چمکتے سورج کی مانند ہے، وہ بھی ہماری طرح انسان ہے۔ تو پھر کیا کوئی یہ گمان کر سکتا ہے، کہ ایک جھوٹے اور دھوکہ باز دین پر اتنے لوگ اتنے عرصے کے لئے قائم رہ سکتے ہیں، کہ ان کا جینا مرنا اُس دین کے ساتھ ہوں۔ میں (کارلائل) تو کبھی بھی اس گمان اور سوچ کا قائل نہیں ہو نگا، اگرچہ یہ سوچ جتنا بھی عام ہو جائے۔

کچھ آگے رقم طراز ہے:

> "یہ کیسے ممکن ہے، کہ ایک جھوٹا دین بارہ صدیوں تک قائم ہو، اور اسکے ماننے والے اور عمل کرنے والے دو ارب انسان ہوں۔ اس دین کو ختم ہونا چاہئے تھا۔ اور اس عمارت کو تو منہدم ہونا چاہئے تھا۔"

مزید لکھتے ہیں:

> "ہم تو محمد ﷺ کو کبھی بھی جھوٹا اور متصنع آدمی قرار نہیں دے سکتے۔ وہ ایسا آدمی نہیں تھا کہ بادشاہت اور سلطنت جیسی چھوٹی موٹی چیزوں کا متمنی ہوں۔"

اور ایک جگہ تو حد کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "محمد ﷺ ایسے شہاب ثاقب تھے، جس نے پوری دنیا کو منور کر دیا۔ ذلک امر اللہ، وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔"

ذرا آگے جا کر رسول اللہ ﷺ کے صدق اور امانت والے وصف کی یوُں تشریح کرتے ہیں:

"محمد ﷺ ایک فکر مند نوجوان تھا اسکے ساتھی ایسے امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ ایسا آدمی جو اپنے اقوال اور افعال دونوں میں صادق ہوں۔ اسکے ساتھی جانتے تھے، کہ اسکے منہ نکلا ہوا ہر ہر لفظ حکمت اور بلاغت سے مزین ہوتا ہے۔"

دنیاوی طمع اور لالچ سے مبرا ہونے کے بارے میں کارلائل کا بیان یُوں ہے:

"متعصب نصاری اور ملحدین کا خیال ہے، کہ محمد ﷺ کا مقصد ذاتی شہرت اور جاہ و جلال تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس عظیم آدمی کے دل میں کوئی دنیاوی لالچ اور طمع نہیں تھا۔"

محمد ﷺ کے شہوات سے بری ہونے کے بارے میں کارلائل کا تجزیہ یہ ہے:

"ہم کس قدر غلطی پر ہونگے، اگر ہم اس بات کے قائل ہو جائے، کہ محمد ﷺ شہوت پرست تھے۔ حالانکہ وہ اپنے کھانے، پینے، لباس اور تمام امور میں ایک متواضع شخصیت تھے۔ صرف روٹی اور پانی پر گزارہ کرنے والے اس فاقہ مست پیغمبر کے گھر میں دو دو ماہ تک چولھا نہیں جلتا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے کپڑوں کو سینے والے نبی ﷺ میں فخر اور تکبر کہاں سے آسکتی ہے۔ اگر آپ ﷺ میں تھوڑی سی بھی تکبر ہوتی تو سخت مزاج عرب 23 سال تک اس کے تابع ہر گز نہیں ہوتے، میرا تو اپنا یہ خیال ہے، کہ اگر محمد ﷺ کی جگہ قیصر اپنے جاہ و جلال کے ساتھ انکے سامنے ہوتا، تو وہ ہر گز قیصر کے اس قدر تابع نہ ہوتے، جس قدر وہ محمد ﷺ کے مطیع و فرمانبر دار تھے۔ اسی کو عظمت کہتے تھے، اور ابطال (heroes) اس طرح ہوتے ہیں۔"

یہودی ہونے کے باوجود اپنے پیشواؤں کو چھوڑ کر کارل لائل نے رسول کریم ﷺ کو اپنے موضوع میں بطور ہیرو منتخب کر کے اس مغرب زدہ لوگوں حیران کر دیا جو ابھی آپ ﷺ کو ایک ناگفتہ بہ وصف سے متصف کرنے کے عادی تھے۔

اس سے جہاں یہ بات سامنے آئی کہ ہر معاشرے میں چند افراد معتدل ذہنیت کے ہوتے ہیں وہی اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید ایک غیر دین سے بھی کرتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 مصطفی بن حسنی السباعی، الاستشراق والمستشرقون مالہم وما علیہم: ۲۲، دار الوراق للنشر والتوزیع المکتب الاسلامی، بیروت، (س۔ن)

2 تعریب، مصطفی بن حسنی السباعی

3 عمر بن ابراہیم رضوان، آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیرہ دراسۃ ونقد، دار طیبہ الریاض، طبع وتاریخ نامعلوم

4 احمد بن فارس الرازی، معجم مقاییس اللغۃ، مادۃ: شرق ۳: ۲۶۴، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

5 اسماعیل بن حماد الجوہری، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، مادۃ: شرق ۴: ۱۵۰۱، دار العلم للملایین بیروت، الطبعۃ الرابعۃ: ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

6 خلیل بن احمد الفراہیدی، کتاب العین، الشین والراء ۵: ۳۹، دار الہلال بیروت، طبع وتاریخ نامعلوم

7 محمد بن محمد مرتضی الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، مادۃ: شرق ۲۵: ۴۹۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت، طبع وتاریخ نامعلوم

8 محمود حمدی زقزوق، الاستشراق والخلفیۃ الفکریۃ للصراع الحضاری: ۱۹، دار المعارف کورنیش قاہرہ، مصر، طبع تاریخ نامعلوم

9 علی بن ابراہیم النملۃ، مصادر المعلومات عن الاستشراق والمستشرقین: ۱۵، مکتبۃ الملک فہد الوطنیۃ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

10 عبدالقہار العانی، الاستشراق والدراسات الاسلامیہ: ۲۹، دار الفرقان، عمان، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء

11 مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:

"*Thomas Carlyle" (bio), Dumfries-and-Galloway, 2008, webpage: dumfries-and-galloway.co.uk-carlyle*

12 معجم اسماء المستشرقین، حرف الکاف: ۵۴۸

13 دیکھئے:

"Carlyle, Thomas (1849). "Occasional Discourse on the Negro Question", Fraser's Magazine for Town and Country, Vol. XL., p. 672.